بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِشارات

جس طرح عداوتوں میں سب سے زیادہ خطرناک عداوت وہ ہے جو دوستی کے پیرایہ میں کی جائے اسی طرح ضلالتوں میں سب سے زیادہ خطرناک ضلالت وہ ہے جو ہدایت کے لباس میں پیش ہو۔ آپ کھلے دشمن سے زک اٹھا سکتے ہیں، مگر دھوکا نہیں کھا سکتے۔ یہ ممکن ہے کہ علانیہ آپ کے مقابلہ میں آکر وہ آپ کی جان، مال اور عزت کو نقصان پہنچا دے، مگر یہ ممکن نہیں کہ آپ اس کو دوست سمجھ کر اس کے شر سے مطمئن ہو کر اپنی جان، مال اور عزت اس کے سپرد کر دیں، اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیں۔ اسی طرح کھلی ہوئی گمراہی آپ کے عقیدے اور عمل کو فاسد کر سکتی ہے۔ مگر کبھی آپ کو اس فریب میں مبتلا نہیں کر سکتی کہ آپ راہ راست پر گامزن ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک صریح ضلالت کی ظاہری زینت کو دیکھ کر آپ اُسے ضلالت جانتے ہوئے اختیار کر لیں۔ مگر ایسی ضلالت سے یہ خطرہ تو نہیں کہ آپ اسے عین ہدایت اور سراسر خیر و صلاح سمجھیں گے، اس کے شر سے مامون ہو کر اپنے عقائد اور اعمال پر اس کو مسلط کر لیں گے، اور بر سر فساد ہونے کے باوجود اس دھوکے میں پڑ جائیں گے کہ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ۔

پس جس طرح دوست نما دشمن تمام دشمنوں سے زیادہ خطرناک ہے، اسی طرح تمام گمراہ کرنے والوں سے زیادہ خطرناک وہ گمراہ کرنے والا ہے جو ہادی کے لباس میں جلوہ گر ہو، اور داعی حق بن کر باطل کی طرف دعوت دے۔

ایک شخص آپ کے سامنے علانیہ اسلام کی مخالفت کرتا ہے، قرآن پر حملے کرتا ہے، ذات رسالت مآب پر اعتراض کرتا ہے، اسلامی عقائد کے خلاف دلائل پیش کرتا ہے، اسلامی عبادات اور فرائض دینی کو مہمل ٹھیراتا ہے، اور قوانین شرعی کا ابطال کرنے میں اپنا زور بیان صرف کر دیتا ہے۔ یہ کھلا ہوا دشمن ہے۔ صریح ضلالت کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ اگر آپ مسلمان ہیں اور مسلمان رہنے کا آپکا عزم پختہ ہے، تو اس دشمن سے آپ کو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ اس لیے کہ آپ کو صاف طور پر معلوم ہے کہ یہ دشمن اسلام ہے، کفر کی طرف بلا رہا ہے۔ لیکن اگر آپ کا ایمان ضعیف ہے تو بڑے سے بڑا خطرہ جو اس کی تبلیغ کفر سے ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ آپ کو اسلام سے پھیر دے گا۔ یہ خوف تو اس سے نہیں کہ وہ آپ کو اسلام سے منحرف کر کے، آپ کے عقائد و اعمال خراب کر کے بھی آپ کو اس فریب میں ڈال دے گا کہ آپ مسلمان ہیں، اور اصلی اسلام وہی ہے جس کی تعلیم وہ آپ کو دے رہا ہے۔

ایک دوسرا شخص مسند ارشاد پر بیٹھ کر قرآن کا وعظ کہتا ہے، آیات الٰہی کی تفسیر بیان کرتا ہے، ایمان و عمل صالح کی طرف دعوت دیتا ہے، عبادات میں خلوص کی تلقین کرتا ہے، اور جب اس تقریر سے آپ کے دل میں اپنے ہادی برحق اور داعی الی الخیر ہونے کا نقش اچھی طرح بٹھا چکتا ہے تب آپ سے کہتا ہے کہ نماز پانچ وقت کی نہیں صرف تین وقت کی ہے، روزے پورے ماہ رمضان کے نہیں صرف تین دن یا حد سے حد دس دن کے ہیں، زکوٰۃ کے لیے کوئی مقرر نصاب نہیں ہے تمہاری مرضی پر ہے کہ جتنا چاہے خیرات کرو، غرض اسی طرح وہ دل کھول کر اسلام کے ارکان ایک ایک کی قطع و برید کرتا چلا جاتا ہے اور ہر ہر قدم پر آپ کو یقین دلاتا ہے کہ یہی قرآن کی تعلیم ہے، یہی خدا کا حکم ہے، یہی رسول کا اسوۂ حسنہ ہے۔ کیا یہ چھپا ہوا دشمن جو ہدایت کے لباس میں گمراہ

کرنے والا اس کھلے ہوئے دشمن ایمان سے ہزار درجہ زیادہ خطرناک نہیں؟ وہ تو آپ پر علانیہ حملہ کر رہا تھا۔ آپ اس کے حملے سے باخبر تھے، آپ کے لیے موقع تھا کہ اس سے اپنے ایمان کو بچائے جائیں مگر اس چھپے ہوئے دشمن سے آپ کیوں کر بچیں گے جو دوست بن کر آپ کو مٹھائی میں زہر دے رہا ہے، ہلاکت کی طرف یہ فریب دے کر لیے جا رہا ہے کہ درحقیقت وہ ہلاکت نہیں عین سلامتی ہے۔

یوپی کے ایک مسلمان گریجویٹ صاحب جو اس سے پہلے اشاعت اسلام کی خاطر سور کا گوشت حلال کرنے کی تجویز پیش کر چکے ہیں، آجکل انھوں نے "مواعظ قرآن" کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے، اور ان "مواعظ" کی اشاعت کا شرف امرت سر کے رسالہ "بلاغ" کو حاصل ہو رہا ہے جو "اُمت مسلمہ کا ماہوار صحیفہ" ہے، اور ہر مہینہ اپنے ان مقاصد کا اعلان کرتا رہتا ہے: "قرآنی تعلیمات کی نشر و اشاعت۔ حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ سے صراط مستقیم کی طرف دعوت۔ اصل اسلام پر اعتراضات کے جوابات اور غلط فہمیوں کا ازالہ"۔ اس وقت اس سلسلہ کا تیسرا "وعظ" ہمارے پیش نظر ہے جس میں فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ کی تفسیر ارشاد ہوی ہے۔ واعظ اپنا وعظ اس طرح شروع کرتا ہے کہ آیت میں تمام آنے والی مسلمان نسلوں کے لیے تنبیہ ہے کہ:-

> "خبردار ایسا نہ کرنا کہ نماز کے معنی بس یہ سمجھ لینا کہ چاہے دل لگے یا نہ لگے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، کیسا ہی بے محل کیوں نہ ہو، مصلّی بچھا کر چار ٹکریں ماریں اور منہ سے کچھ بڑبڑا دیا۔ ایسی نماز سے بجائے فائدے کے الٹا نقصان ہوتا ہے۔ وہ صرف دکھانے کے لیے پڑھی جاتی ہے اور عند اللہ مکروہ بلکہ مغضوب ہے"۔ ......

> "نماز کو بچوں کا کھیل مت سمجھنا۔ اس کے ادا کرنے میں بڑی ذمہ داری ہے کیونکہ وہ درحقیقت خدا اور اس کے فرشتوں کی حضوری اور شہادت کا وقت ہوتا ہے۔

تو کیا تمہاری بے دلی کی نماز اس کو منہ چڑھانا نہ ہوگا۔ نماز میں خدائے واحد و قدوس کے جلال و بزرگی و کبریائی کا اعتراف ہوتا ہے۔ تم اس کے حضور میں ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہو۔ بھلا سوچو تو یہ کتنی بڑی گستاخی ہوگی کہ ایسے بڑے دربار میں حاضر ہو کر تم ایسی حرکتیں کرو کہ اگر کسی دنیاوی امیر کے سامنے کرو تو تم کو فوراً دربار سے نکال باہر کر دے۔ تم پر حیف و صد حیف ہے کہ اپنی نماز میں الٹا خدا کا غضب مول لو۔ لہٰذا نماز کے لیے چار ضروری شرطیں ہیں مشاغل دنیاوی سے یکسوئی جسم و لباس کی طہارت۔ الفاظ قرآن کو سمجھنا' اور با ایمان ہونا"

دیکھیے قرآن کا وعظ ہے۔ "قرآنی تعلیمات کی نشر و اشاعت کرنے والے رسالہ میں شایع ہو رہا ہے" "حق گو" کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ تمہید ایسی ہے کہ جو مسلمان پڑھے گا یقین لے آئے گا کہ واعظ کا مقصود خلوص فی العبادہ کی تلقین کرنا ہے۔ یہ سب باتیں جمع ہو کر ایک سیدھے سادے مسلمان کو واعظ کی طرف سے بالکل مطمئن کر دیتی ہیں، اور اس کے دل میں کوئی خوف اس امر کا باقی نہیں رہتا کہ اس کے وعظ میں کوئی چیز اس کو گمراہ کرنے والی بھی ہوگی۔ اس طرح جب وہ ضلالت کے تمام خطرات سے مامون ہو جاتا ہے، تو اسی مرشدانہ انداز میں اس سے کہا جاتا ہے۔

"یکسوئی کے بہترین اوقات فطرۃً ہمیشہ وہی ہوتے ہیں جب کہ آدمی سو کر اٹھتا ہے یا جب سونے کے لیے تیار ہوتا ہے اور جب وہ اپنے گھر کام سے فارغ ہو کر سر شام لوٹتا ہے۔ اس کے علاوہ جو اوقات بھی نماز کے ہوں گے وہ دنیاوی مصروفیت یا آرام و سیر و تفریح کے ہوتے ہیں۔ ایسے اوقات میں نماز میں یکسوئی پیدا کرنا ذرا مشکل ہے، ورنہ ایسے وقتوں میں نماز پڑھنا خطرے سے خالی نہیں۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں جو ان

وقتوں میں یکسوئی حاصل کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ان اوقات میں ادا کرتے ہیں۔ وہ نہایت سراسیمگی اور بددلی سے":

اس کے بعد سامع کو وعظ کی ایک اور خوراک دی جاتی ہے، تاکہ وہ اس دعوت ضلالت سے منحرف نہ ہو جائے:

"حرکات جسمانی کا مقصد نماز نہیں، وہ اظہار خشوع وخضوع کے ساتھ یکسوئی پیدا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اصل نماز تمہاری تقدیس وتکبیر وتحمید وتلاوت قرآن پاک ہے جس کے لیے تمہارے دماغ اور دل کا مستعد اور یکسو ہونا شرط ہے"۔

یہ دوسری خوراک ہضم کر کے جب سیدھا سادہ مسلمان دوبارہ گمراہی کے خطرے سے بے خوف ہو جاتا ہے تو زہر کا یہ آخری جرعہ اس کے حلق کے نیچے اتارا جاتا ہے:۔

"میرے فہم ناقص میں تو یہ آتا ہے کہ اس کا اشارہ (یعنی وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ کا اشارہ) اُن فتاووں سے ہے جن کی کوئی سند قرآن میں نہیں ہے، لیکن وہ قرآن کے احکام سے بڑھ کر ہمارے لیے معمول بہ ہیں، اور ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ خلاف فطرت اوقات میں ہم سے نماز پڑھوائی جاتی ہے، جن میں نہ ہم نہ دل سے نماز میں رجوع ہو سکتے اور نہ اپنے مفاد زندگی کے لیے کوئی کام کر سکتے ہیں"۔

اس تمام وعظ کا اصل مقصد بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ظہر اور مغرب کی نماز کا وقت اڑا دیا جائے، کیونکہ ظہر کی نماز کے لیے انگریزی حکومت اور انگریزی کمپنیوں نے اپنے مسلمان ملازموں کے لیے کوئی وقت دینا پسند نہیں کیا ہے، اور مغرب کی نماز کا وقت بدقسمتی سے وہی ہے جو سینما کا ہے، کلب کی تفریحات کا ہے، ٹینس بلیرڈ اور برج کھیلنے کا ہے۔ اس وقت کھیل چھوڑ کر نماز پڑھنا ہمارے

صاحب لوگوں" کو ناگوار ہوتا ہے۔ اس مقصد کو خود "واعظ" صاحب ہی نے کھول کر رکھ دیا ہے:۔

"میرے بعض دوست ایسے ہیں جو ماشاء اللہ بڑے پابند نماز ہیں میں نے ان کو دیکھا ہے کہ شام کو ٹینس اور برج کھیلتے کھیلتے وہ دفعتہً نماز پڑھنے لگ گئے یا کسی پارٹی میں کھاتے کھاتے اٹھ کھڑے ہوئے اور جھٹ نماز پڑھ ڈالی۔ یا اجلاس میں مقدمہ کی سماعت کر رہے ہیں کہ یکایک گھڑی نے ان کو ظہر کی نماز یاد دلا دی اٹھ کھڑے ہوئے اور عادۃً نماز کے ارکان چبوترے پر ادا کر ڈالے۔ میں کبھی اس قسم کی نمازوں کو نماز ہی شمار نہیں کرتا اور ہمیشہ قرآن کی یہ آیت یاد کرکے میں کانپ جاتا ہوں"۔

دشمنان اسلام کی ایک قسم وہ تھی جنہوں نے دفتروں کے اوقات میں مسلمانوں کو نماز کے لیے چھٹی دینے سے انکار کیا، اور اس معاملہ میں ان پر سختیاں کیں مسلمان ان دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے تھے اور انھوں نے کیا۔ جو سچے مسلمان تھے انھوں نے حکم خدا و رسول کے مقابلہ میں کسی جابر کے حکم کی پروانہ کی حتیٰ کہ بہتوں نے نماز کی خاطر اپنے روزگار سے ہاتھ دھولیا، اور جو ضعیف الایمان تھے، انہوں نے اگرچہ روزگار کی خاطر نماز ترک کر دی، مگر پھر بھی دل میں اپنی اس کمزوری پر شرمسار رہے۔ ایک دوسری قسم دشمنوں کی وہ تھی جنھوں نے نماز کے خلاف علانیہ تبلیغ کی، اس کو فضول اور لغو کہا، مسلمانوں کو اس سے منحرف کرنے کے لیے طرح طرح کی تحریصوں کے جال بچھائے۔ مسلمان ان دشمنوں کا مقابلہ بھی کر سکتے تھے، اور انہوں نے کیا۔ اس لیے کہ یہ کھلے دشمن تھے، ان کے شر سے بچ جانا آسان تھا۔ لیکن اس دشمن کے شر سے بچنا کس قدر مشکل ہے جو انہی دشمنوں کے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جبر اور مخالفانہ تبلیغ کے ذرائع کو چھوڑ کر نصیحت اور وعظ کا ذریعہ

اختیار کرتا ہے، قرآن کو آلہ کار بناتا ہے، اور مسلمانوں کو یقین دلاتا ہے کہ ظہر اور مغرب کی نماز تو خدا نے تم پر فرض ہی نہیں کی، ان نمازوں کا پھندا تو دراصل ان جاہل ملانوں نے تمہارے گلے میں ڈال دیا ہے جو یَمنعونَ الماعون کے مصداق ہیں، ان ظالموں نے بالکل "خلاف فطرت اوقات" تجویز کر کے تم کو نمازوں میں لگا دیا، اور اس کا انجام یہ ہوا کہ تم سے دفتروں کی ملازمتیں چھوٹیں، دنیا کے کاروبار چھوٹے، کلب اور سینما چھوٹے، غرض ترقی کی تمام راہوں سے تم الگ ہوگئے، قرآن نے ہرگز ایسی نماز کا حکم نہیں دیا، وہ تو صرف تین وقت کی نماز تم سے پڑھوانا چاہتا ہے اور وہ بھی اس "ضروری شرط" کے ساتھ کہ "مشاغل دنیوی سے یکسوئی ہو"۔ یہ وہ دشمنی ہے جو دوستی کے پیرایہ میں کی گئی ہے۔ وہ ضلالت ہے جس کو ہدایت کا نہایت خوشنما لباس پہنایا گیا ہے۔ جو کام کھلے دشمن نہ کر سکے، علانیہ گمراہ کرنے والے نہ کر سکے، اس کو انجام دینے کے لیے اب دوست نما دشمن اور مدعی اصلاح مفسد اٹھے ہیں۔ اب سادہ لوح مسلمان کے دین و ایمان کا اللہ ہی حافظ ہے!

بادی النظر میں تو یہ حملہ صرف اوقات نماز ہی پر ہے لیکن غور سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ یہ ایک بڑے خطرے کی ابتدا ہے۔ مسلمانوں کو پنجوقتہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب قریب اُسی تواتر کے ساتھ پہنچی ہے جس کے ساتھ قرآن پہنچا ہے۔ جس طرح قرآن کی صحت پر ہمارا یقین و اذعان محض اس بنا پر ہے کہ اس کتاب کو ہزاروں آدمیوں نے حضورؐ سے سنا اور پھر لاکھوں کروڑوں آدمیوں نے صحابہ سے سنا اور ان کے بعد ہر گذرنے والی نسل سے آنے والی نسل کو قرآن انہی الفاظ کے ساتھ پہنچتا رہا، اسی طرح پنجوقتہ نماز کی فرضیت پر یقین کرنے کے لیے بھی ہمارے پاس اس سے زیادہ مضبوط اور مستحکم کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہزاروں آدمیوں نے آنحضرت صلعم سے صلوٰۃ الخمس کا حکم سنا اور آپ کے اقتدا میں اس پر سالہا سال تک عمل کیا، ان کے بعد نسلاً بعد نسل کروڑہا کروڑ مسلمان یہی سنتے اور دیکھتے اور عمل کرتے چلے آئے ہیں کہ اسلام میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اور مسلمانوں میں ہر قسم کی فرقہ بندیوں کے باوجود کبھی صلوٰۃ الخمس کی فرضیت کے بارے میں اختلاف نہیں ہوا۔ اس تواتر

سے جو یقین نماز کے معاملہ میں حاصل ہوتا ہے وہ اگر کسی شک ڈالنے والے کے شک ڈالنے سے متزلزل ہو جائے تو پھر اُس یقین کو متزلزل کر دینا بھی کچھ مشکل نہیں جو قرآن مجید کے متعلق اسی تواتر سے حاصل ہوا ہے بلکہ ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر ایسی متواتر خبر بھی شک و شبہ کی زد میں آسکتی ہے تو ایک شخص اس امر میں بھی شک کر سکتا ہے کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقع مبعوث بھی ہوئے تھے یا نہیں اس لیے کہ جس تواتر کے ساتھ ہمکو آنحضرت سے پنجوقتہ نماز پہنچی ہے اسی تواتر کے ساتھ آنحضرت کے مبعوث ہونے کی خبر بھی پہنچی ہے اگر شک کی بیماری ہمارے دل پر اس قدر غالب ہو جائے کہ آج ہم پنجوقتہ نماز کے فرض ہونے میں شبہ کرنے لگیں تو کچھ عجب نہیں کہ کل یہی بیماری ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق بھی شک میں ڈال دے۔

باطل کی طرف دعوت دینے والوں کا یہ عام قاعدہ ہے کہ وہ اپنی دعوت ضلالت کے تمام مقاصد کو بیک وقت بے نقاب نہیں کرتے بلکہ سب سے پہلے دین کے مسلمات و یقینیات میں سے کسی ایک چیز پر حملہ کر کے اپنی پوری قوت صرف اسی کو متزلزل کرنے میں صرف کر ڈالتے ہیں۔ یہ ایک گہری نفسیاتی چال ہے۔ اگر وہ سب کچھ ابتدا ہی میں کھول دیں تو شاید کوئی مسلمان بھی ان کے جال میں نہ پھنسے اس لیے وہ اپنے کام کی ابتدا شکوک و شبہات کی تخم ریزی اور یقینیات میں سے کسی ایک امر یقینی کی بنیاد ڈھانے سے کرتے ہیں۔ جو لوگ اس پہلے حملہ کے مقابلہ میں ثابت قدم رہ جاتے ہیں ان کا دین و ایمان تو ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتا ہے لیکن جو کمزور طبیعت کے لوگ اس حملہ کی تاب نہیں لا سکتے وہ پہلے مورچہ پر شکست کھانے کے بعد ایسے مغلوب ہوتے ہیں کہ گمراہ کرنے والا ان کے یقینیات میں سے ایک ایک کو مسمار کرتا چلا جاتا ہے، اور وہ گمراہی کی آخری منزل تک اس کی پیروی کیے چلے جاتے ہیں کیونکہ جب کسی شخص کے دل میں شک کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے، اور یقین کی قوت پر شک کا مادہ غالب آجاتا ہے تو پھر شکوک کے سیلاب میں اس کے پاؤں ایسے اکھڑ جاتے

ہیں کہ وہ بہتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور کہیں اس کے قدم جمنے نہیں پاتے ایک امر یقینی کا انکار در اصل اسی ایک امر کے انکار پر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس سے انسان کے نفس میں یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ ویسے ہی دوسرے یقینیات کا بھی انکار کر دے اس لیے کہ تمام یقینیات کی بنیاد ایک ہی ہوتی ہے جب وہ بنیاد کسی ایک امر میں متزلزل ہو جاتی ہے تو دوسرے تمام یقینی امور بھی کمزور ہو جاتے ہیں اور اس وقت یہ بات بالکل داعی ضلالت کے اپنے اختیار میں ہوتی ہے کہ اپنے تبع سے جس چیز کا چاہے انکار کرا لے۔ اسلام میں جتنے فرق باطلہ پیدا ہوئے ہیں ان سب کے بانیوں نے اسی طریقہ سے کامیابی حاصل کی ہے۔ قادیانی تحریک کی روشن مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس کے بانی نے بھی سب سے پہلے اسلام کے ایک یقینی مسئلہ (یعنی ختم نبوت) کے متعلق لوگوں کے دلوں میں شکوک ڈالنے شروع کیے تھے۔ جو لوگ اس پہلے حملہ سے بچ گئے وہ تو ہمیشہ کے لیے بچ گئے۔ مگر جن کے یقین کی بنیاد اس مسئلے میں متزلزل ہو گئی وہ گمراہی کی دعوت سے ایسے مغلوب ہوئے کہ مرزا صاحب نے جس جس چیز کا چاہا ان سے انکار کرا لیا، اور جو چیز اسلامی تعلیمات کے خلاف پیش کی اس کا اقرار ان سے کر کے چھوڑا۔

جناب مقبول احمد صاحب المعروف بہ "حق گو" جس مذہب کی بنیاد اٹھا رہے ہیں اس کے تمام خط و خال ہم کو ان کی کتاب "مطالعہ حدیث" میں نظر آ گئے ہیں۔ اس کی حقیقت تو انشاء اللہ ہم عنقریب اس کتاب کی تنقید میں کھول دیں گے لیکن اس وقت ہم جریدۂ "بلاغ" کے ناشرین و مدیرین سے سوال کرتے ہیں کہ "قرآنی تعلیمات کی نشر و اشاعت" کا یہ کونسا شعبہ ہے جس کا افتتاح آپ نے کیا ہے؟ کیا قرآن کی تعلیم وہی ہے جس کو "سلسلہ مواعظ قرآن" میں پیش کیا گیا ہے؟ کیا آپ نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی؟

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (۱۷: ۹) نماز قائم کرو آفتاب ڈھلنے کے وقت۔

اس آیت میں آفتاب ڈھلنے کے وقت سے مراد ظہر کے سوا اور کونسا وقت ہو سکتا ہے؟ اور

کیا آپ نے قرآن میں یہ بھی نہیں پڑھا؟

اَقِمِ الصَّلوٰةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ (۱۱:۱۰)۔ نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر اور تھوڑی رات گذرنے کے بعد۔

یہاں زُلَفًا مِّنَ اللیل (یعنی عشا) کے وقت سے علٰحدہ، اور دن کے ایک کنارے (یعنی فجر) کے مقابل جس دوسرے کنارے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد مغرب کے سوا اور کونسا وقت ہو سکتا ہے؟ پھر کیا یہ آیت بھی قرآن میں آپ کو نہیں ملی؟

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ (۲۰:۸)۔ اور تسبیح کر اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کے وقتوں میں پھر تسبیح کر، اور دن کے کناروں پر۔

کیا اس آیت میں چار علٰحدہ علٰحدہ اوقات کی تصریح نہیں ہے؟ قبل طلوع شمس اور دن کے کناروں میں سے ایک کنارا تو ظاہر ہے کہ صبح کا وقت ہے قبل غروب سے مراد عصر ہے۔ آناءی اللیل سے مراد عشاء ہے۔ ان تین وقتوں کے علاوہ دن کے دوسرے کنارے سے مراد اگر مغرب کا وقت نہیں تو کیا ہے؟ پھر یہ آیت بھی تو قرآن میں تھی۔ آپ نے اس کو کیوں نہ دیکھا؟

فَسُبْحَانَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ۔ (۳۰:۲) اللہ کی تسبیح کرو جب تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو آسمان و زمین میں اسی کے لیے حمد ہے۔ اور اس کی تسبیح کرو سہ پہر کو اور جب تم پر دوپہر کا وقت آئے۔

کیا اس آیت میں حِيْنَ تُمْسُوْنَ سے مراد مغرب کے سوا کوئی اور وقت ہے؟ اور کیا عَشِيًّا (سہ پہر یا عصر) سے علٰحدہ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ سے ظہر کے سوا کوئی دوسرا وقت مراد ہو سکتا ہے؟

اگر یہ آیات قرآن ہی کی ہیں، اور ان سے نماز کے پورے پانچ وقت ثابت ہوتے ہیں تو کیا اس وعظ کو

قرآنی وعظ کہا جا سکتا ہے جس میں مسلمانوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ نماز صرف تین وقت کی ہے، اور ظہر و مغرب کی نماز کا حکم قرآن میں نہیں ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی دشمنی میں آپ حضرات کا غلو اس حد تک بڑھتا جا رہا ہے کہ اب آپ قرآن کے دشمنوں سے بھی محض اس لیے اتحاد کر سکتے ہیں کہ وہ حدیث کی دشمنی میں آپ سے متفق ہیں۔

سلسلۂ کلام طویل ہو گیا اس لیے یہاں اس شبہہ کا ازالہ نہیں کیا جا سکتا جو "حق" کو "صاحب" نے نماز کے لیے "دنیاوی مشاغل سے یکسوئی" کی قید لگا کر پیدا کیا ہے۔ انشاءاللہ اشاعت آئندہ میں اس کی تحقیق کی جائے گی۔